ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

AIOU LIBRARY
aioulibrary.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 2900

Program: BS Islamic Studies

Semester: Autumn 2026

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کلیہ عربی وعلومِ اسلامیہ ـــ شعبہ حدیث وعلوم حدیث

کورس: تعارفِ حدیث (2900)

سٹڈی: بیچلر علومِ اسلامیہ

سمسٹر: خزاں 2026ء

امتحانی مشق نمبر 1 (یونٹ نمبر: 1 تا 5)

کل نمبر: 100 ـــ کامیابی کے نمبر: 50

Reference &For Study — ASSIGNMENT GUIDE SOLVED

نوٹ: یہ حل شدہ گائیڈ صرف مطالعہ اور رہنمائی کے لیے تیار کی گئی ہے۔ طلبہ سے گزارش ہے کہ وہ نصابی کتاب کے متعلقہ یونٹس کا مطالعہ کر کے مفاہیم کو اچھی طرح سمجھیں اور امتحانی مشق اپنے الفاظ اور اپنے اندازِ تحریر میں لکھیں، کیونکہ ہو بہو نقل کی گئی مشق قواعد کے مطابق قابلِ قبول نہیں ہوتی۔ اس گائیڈ کے جوابات علومِ حدیث کے عمومی اور مسلمہ علمی مباحث کی روشنی میں مرتب کیے گئے ہیں؛ دینی احکام کے عملی اطلاق اور فتویٰ سے متعلق امور میں اہلِ علم اور مستند مفتیانِ کرام سے رجوع کیا جائے۔

طریقہ کار: ہر جواب تعارف، ذیلی عنوانات کے تحت مفصل بحث اور اختتام پر مشتمل ہے۔ جہاں سوال کا تقاضا ہو وہاں جدول اور خاکہ بھی دیا گیا ہے تاکہ طالب علم نکتے کو منظم انداز میں یاد کر سکے اور مشق میں بہتر ترتیب کے ساتھ لکھ سکے۔

کورس کا تعارف اور اس مشق کا جائزہ

تعارفِ حدیث (2900) بی ایس علومِ اسلامیہ کا بنیادی کورس ہے جو طالب علم کو حدیث کی حجیت، اس کی تدوین کی تاریخ، بڑے محدثین و کتبِ حدیث اور خبر کی اقسام سے روشناس کراتا ہے۔ امتحانی مشق نمبر 1 یونٹ 1 تا 5 پر مشتمل ہے اور اس میں پانچ سوالات ہیں: حجیتِ حدیث پر جامع نوٹ، دورِ صحابہ میں تدوینِ حدیث، امام مسلم اور صحیح مسلم کا تعارف، علمِ روایت پر لکھی جانے والی کتب کا تعارف، اور خبرِ متواتر پر تفصیلی نوٹ۔ یہ سوالات ترتیب سے عقیدہ و اصول سے تاریخ اور پھر اصطلاحات تک کا سفر طے کرتے ہیں۔ اس گائیڈ میں ہر سوال کا جواب تعارف، ذیلی عنوانات، جدول یا خاکے اور اختتام کے ساتھ دیا گیا ہے تاکہ طالب علم مفاہیم کو سمجھ کر اپنے الفاظ میں لکھ سکے۔

سوال نمبر 1 (20 نمبر)

سوال: حجیتِ حدیث پر جامع نوٹ لکھیں۔

تعارف

حجیتِ حدیث سے مراد یہ عقیدہ اور علمی اصول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال اور تقریرات دینی احکام و رہنمائی میں حجت اور دلیل ہیں، یعنی قرآن مجید کے ساتھ ساتھ سنت و حدیث بھی شریعت کا مستند ماخذ ہے اور مسلمان کے لیے اس کی پیروی شرعاً لازم ہے۔ یہ مسئلہ علومِ حدیث کی بنیادی بحثوں میں سے ہے، کیونکہ اگر حدیث کی حجیت تسلیم نہ ہو تو نماز، زکاۃ، حج اور روزے جیسے بنیادی عبادات کی تفصیلات بھی معلوم نہیں ہو سکتیں، کیونکہ قرآن ان کے اصول دیتا ہے اور ان کی عملی صورت، رکعات کی تعداد، نصاب کی مقدار اور مناسک کی ترتیب سنت ہی سے ملتی ہے۔ اس نوٹ میں پہلے حدیث و سنت کا مفہوم واضح کیا جائے گا، پھر قرآن مجید سے حجیتِ حدیث کے دلائل، عقل و ضرورت کے دلائل اور صحابہ و امت کے تعامل کا جائزہ لیا جائے گا، اس کے بعد منکرینِ حدیث کے مشہور اعتراضات اور ان کے علمی جوابات بیان ہوں گے، اور آخر میں خلاصہ پیش کیا جائے گا۔ یہ بحث خالص علمی اور اکیڈمک انداز میں پیش کی جا رہی ہے؛ کسی فرد یا جماعت پر کسی حکم کا اطلاق اہلِ علم و اہلِ اختیار کا کام ہے۔

حدیث وسنت کا مفہوم اور وحی سے تعلق

حدیث کے لغوی معنی ہیں بات اور خبر، اور محدثین کی اصطلاح میں حدیث اس قول، فعل یا تقریر کو کہتے ہیں جس کی نسبت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی جائے، خواہ وہ آپ کا ارشاد ہو، کوئی عمل ہو، یا آپ کے سامنے کسی نے کچھ کیا اور آپ نے اس پر سکوت اختیار فرمایا جس سے اس کی تائید ثابت ہوئی۔ سنت کا لفظ طریقے اور چلن کے معنی میں ہے اور شرعی اصطلاح میں اس سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ طریقہ ہے جس پر آپ نے عمل فرمایا اور امت کو عمل کرنے کی رہنمائی فرمائی۔ حجیت کی بنیاد دراصل وحی کا تصور ہے۔ اہلِ سنت کے نزدیک وحی کی دو قسمیں ہیں: وحیِ متلو، جو قرآن مجید ہے اور جس کی تلاوت ہوتی ہے، اور وحیِ غیر متلو، جو سنت کی صورت میں آپ کے دل پر القا ہوتی تھی اور جس کے الفاظ آپ کے اپنے ہوتے تھے۔ سورۂ نجم میں ارشاد ہے کہ آپ اپنی خواہش سے نہیں بولتے، جو کچھ فرماتے ہیں وہ وحی ہوتی ہے جو آپ کی طرف کی جاتی ہے۔ اسی طرح سورۂ نساء میں فرمایا گیا کہ ہم نے آپ کی طرف ذکر یعنی قرآن نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کے سامنے اس کی وضاحت کریں جو ان کی طرف نازل کیا گیا ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ تشریح و بیان کا فریضہ خود شارع نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سونپا تھا، لہٰذا آپ کی تشریح بھی اسی طرح حجت ہے جس طرح اصل متن حجت ہے۔ جب تک یہ بنیاد ذہن میں رہے، حجیتِ حدیث کی باقی بحث آسان ہو جاتی ہے۔

قرآن مجید سے حجیتِ حدیث کے دلائل

قرآن مجید میں کئی مقامات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت قرار دیا گیا ہے۔ سورۂ نساء میں ارشاد ہے کہ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے درحقیقت اللہ کی اطاعت کی۔ سورۂ آلِ عمران میں فرمایا گیا کہ کہہ دیجیے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا۔ سورۂ حشر کی مشہور آیت میں حکم ہے کہ رسول تمہیں جو کچھ دے اسے لے لو اور جس سے منع کرے اس سے رک جاؤ۔ یہ حکم اگرچہ ایک خاص تناظر میں نازل ہوا مگر اصولِ تفسیر کے مطابق عبرت الفاظ کے عموم سے ہوتی ہے، اس لیے اہلِ علم نے اسے سنت کی عام حجیت کی دلیل بنایا ہے۔ سورۂ نساء ہی میں تنازعات کے حل کا اصول دیا گیا کہ اگر کسی معاملے میں اختلاف ہو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ؛ اللہ کی طرف لوٹانے سے مراد قرآن اور رسول کی طرف لوٹانے سے مراد سنت ہے، اور آپ کی وفات کے بعد سنت کی طرف رجوع حدیث

ہی کے ذریعے ممکن ہے۔ اسی طرح سورۂ احزاب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو اہلِ ایمان کے لیے اسوۂ حسنہ قرار دیا گیا، اور اسوہ تب ہی بن سکتا ہے جب آپ کے اقوال و افعال محفوظ بھی ہوں اور حجت بھی۔ سورۂ نور میں آپ کے فیصلوں کو دل کی تنگی کے بغیر تسلیم کرنے کو ایمان کی علامت کہا گیا ہے۔ ان تمام آیات کا مجموعی پیغام واضح ہے کہ قرآن خود اپنے قاری کو سنت کی طرف بھیجتا ہے، لہٰذا قرآن پر ایمان اور سنت کی حجیت سے انکار ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔

عقلی و عملی ضرورت: سنت کے بغیر قرآن پر عمل نامکمل

حجیتِ حدیث کی ایک مضبوط دلیل کتاب اللہ پر عمل کی عملی ضرورت ہے۔ قرآن نماز قائم کرنے کا حکم دیتا ہے مگر نماز کے اوقات کی تفصیل، رکعات کی تعداد، ارکان کی ترتیب اور سجدۂ سہو جیسے مسائل سنت سے معلوم ہوتے ہیں۔ زکاۃ کا حکم قرآن میں ہے مگر نصاب، شرح اور مستثنیات حدیث سے ثابت ہیں۔ حج کے مناسک خصوصاً عرفات، مزدلفہ، رمی اور طواف کی صورتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے متعین ہوئیں، یہاں تک کہ آپ نے فرمایا کہ اپنے مناسک مجھ سے سیکھ لو۔ روزے کے مسائل، نکاح و طلاق کی تفصیلات، حدود و معاملات کی جزئیات اور حلال و حرام اشیا کی بڑی فہرست سنت کی تشریح کے بغیر نامعلوم رہتی ہے۔ اگر سنت کو حجت نہ مانا جائے تو عملی طور پر ہر شخص اپنی سمجھ کے مطابق احکام کی صورتیں گھڑ لے گا اور دین اجمالی اشاروں کا نام رہ جائے گا۔ عقلاً بھی یہی تقاضا ہے کہ جس ہستی کو پیغام پہنچانے اور اس کی تشریح کے لیے منتخب کیا گیا ہو، اس کی تشریح کو قابلِ اعتماد نہ ماننا خود پیغام رسانی کے مقصد کو بے معنی کر دیتا ہے۔ اسی لیے پوری امت، صحابہ سے لے کر آج تک، اس پر متفق رہی ہے کہ شریعت کے دو بنیادی ماخذ قرآن و سنت ہیں اور باقی اصول انہی کی روشنی میں مرتب ہوئے ہیں۔

صحابہ و امت کا تعامل اور حفاظتِ حدیث

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل حجیتِ حدیث کا زندہ ثبوت ہے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو وحی کا درجہ دے کر حفظ کرتے، لکھتے اور دور دور تک پہنچاتے تھے؛ مجلس میں غیر حاضر صحابی حاضر سے پوچھ کر حدیث حاصل کرتا، اور خلفاء کے دور میں جب کوئی مسئلہ پیش آتا تو پہلے کتاب اللہ اور پھر سنتِ رسول میں فیصلہ تلاش کیا جاتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خطوط اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ارتداد و مانعینِ زکاۃ کے مسئلے میں سنت سے استدلال اسی تعامل کی مثالیں ہیں۔ بعد کے ادوار میں امت نے

حدیث کی حفاظت کے لیے جو عظیم علمی نظام قائم کیا اس کی مثال دنیا کی کسی اور روایت میں نہیں ملتی۔ اسماء الرجال کا علم، جرح و تعدیل کی باریک بینی، سند کی مسلسل جانچ اور متن کی درایت؛ یہ سب اس لیے وجود میں آئے کہ امت کو یقین تھا کہ حدیث حجت بھی ہے اور محفوظ بھی رکھنی ہے۔ فقہاء کے چاروں مشہور مکاتب، مفسرین اور متکلمین، سب نے اپنے استدلال کی بنیاد قرآن کے بعد حدیث کو بنایا۔ چودہ صدیوں کا یہ متواتر علمی تعامل خود ایک تاریخی دلیل ہے کہ حجیتِ حدیث امت کا مسلمہ اصول رہا ہے، نہ کہ کسی ایک دور یا فرقے کی ایجاد۔

جدول 1: حجیتِ حدیث کے اہم دلائل کا خلاصہ

نتیجہ	بنیادی نکتہ	دلیل کی نوعیت
سنت کی پیروی شرعاً لازم	اطاعتِ رسول، اتباع اور تنازع میں رجوع کا حکم	قرآنی نصوص
آپ کی تشریح بھی حجت	سنت وحیِ غیر متلو؛ تشریح کا فریضہ رسول کو سونپا گیا	وحی کا تصور
سنت کے بغیر قرآن پر مکمل عمل ممکن نہیں	عبادات و معاملات کی تفصیلات سنت سے ملتی ہیں	عملی ضرورت
حجیتِ حدیث مسلمہ اور تاریخی حقیقت	صحابہ سے آج تک امت کا مسلسل عمل و استدلال	تعاملِ امت
حدیث محفوظ اور قابلِ اعتماد ماخذ	سند، جرح و تعدیل اور درایت کے علوم	حفاظت کا نظام

اعتراضات اور ان کے علمی جوابات

حجیتِ حدیث پر عام طور پر چند اعتراضات پیش کیے جاتے ہیں، جن کا علمی جائزہ لینا اس بحث کا حصہ ہے۔ ایک اعتراض یہ ہے کہ قرآن خود کو مکمل اور ہر چیز کی وضاحت قرار دیتا ہے، لہٰذا کسی اور ماخذ کی ضرورت نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کی تکمیل سے مراد اصول و ہدایت کی تکمیل ہے، اور خود قرآن یہ ہدایت دیتا ہے کہ تشریح کے لیے رسول کی طرف رجوع کیا جائے؛ گویا سنت قرآن ہی کے نظام کا حصہ ہے، اس کے مقابل کوئی الگ چیز نہیں۔ دوسرا اعتراض حدیث کی تدوین کے تاخیر سے لکھے جانے پر ہوتا

ہے کہ روایات زبانی منتقل ہوئیں اس لیے قابلِ اعتماد نہیں۔اس کا جواب یہ ہے کہ یہی سوال آئندہ سوالات میں تفصیل سے آئے گا کہ عہدِ نبوی اور دورِ صحابہ ہی سے احادیث لکھی جاتی رہیں،اس کے ساتھ حفظ کا غیر معمولی نظام،صحابہ کی احتیاط اور بعد میں محدثین کی باریک جانچ نے روایت کو اس درجہ محفوظ کر دیا کہ بڑی بڑی تاریخی روایات بھی اس معیار کو نہیں پہنچتیں۔تیسرا اعتراض بعض جزوی روایات پر ہوتا ہے؛جواب یہ ہے کہ کسی ایک روایت کی بحث پورے ذخیرے کی حجیت کو ختم نہیں کرتی،کیونکہ محدثین خود ہر روایت کو الگ الگ پرکھتے ہیں اور ضعیف و موضوع کو صحیح سے جدا کرتے ہیں۔چوتھا اعتراض یہ ہے کہ حدیث پر عمل سے اختلاف پیدا ہوا؛جواب یہ ہے کہ اختلاف فہم اور اصولِ ترجیح میں ہوتا ہے،ماخذ کی حجیت میں نہیں،اور یہ اختلاف علمی حدود میں ہمیشہ سے اہلِ علم کے درمیان احترام کے ساتھ موجود رہا ہے۔البتہ یہ یاد رہے کہ ان مباحث کی بنیاد پر کسی شخص یا گروہ کے بارے میں دینی حکم لگانا اس گائیڈ کا موضوع نہیں؛وہ اہلِ علم و مجاز فورمز کا کام ہے،طالب علم کا کام دلائل کو سمجھنا اور دیانت سے پیش کرنا ہے۔

اختتام

خلاصہ یہ ہے کہ حجیتِ حدیث قرآن مجید کی صریح نصوص،وحی کے تصور،دینی عمل کی عملی ضرورت اور چودہ صدیوں سے امت کے متواتر تعامل سے ثابت ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و اتباع کا حکم قرآن خود دیتا ہے،عبادات و معاملات کی تفصیلات سنت کے بغیر معلوم نہیں ہو سکتیں،اور محدثین کے منظم علمی نظام نے حدیث کو حفاظت و اعتماد کے بلند ترین معیار پر پہنچایا ہے۔اس لیے بی ایس علومِ اسلامیہ کے طالب علم کے لیے یہ بنیاد واضح ہونی چاہیے کہ شریعت کے ماخذ میں قرآن کے بعد سنت و حدیث کا مقام مسلم ہے،اور آئندہ یونٹس میں پڑھے جانے والے تدوین،روایت،تحمل اور درجاتِ حدیث کے سارے مباحث اسی ایک بنیاد پر کھڑے ہیں۔

سوال نمبر 2 (20 نمبر)

سوال: دورِ صحابہ میں تدوینِ حدیث پر نوٹ لکھیں۔

تعارف

تدوینِ حدیث سے مراد احادیث کو لکھ کر منظم صورت میں جمع کرنا ہے۔ عام طور پر یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ احادیث ڈیڑھ دو صدیوں تک صرف زبانی سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی رہیں اور بعد میں لکھی گئیں، حالانکہ تاریخی حقیقت یہ ہے کہ لکھنے کا عمل عہدِ نبوی ہی سے شروع ہو چکا تھا اور دورِ صحابہ میں اس نے صحیفوں اور مجموعوں کی صورت اختیار کر لی تھی۔ فرق صرف یہ ہے کہ اس دور میں تدوین انفرادی اور محدود پیمانے پر تھی، جبکہ سرکاری اور بڑے پیمانے کی تدوین کا باقاعدہ آغاز حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور میں ہوا جو تابعین کا دور ہے۔ اس نوٹ میں دورِ صحابہ کی تدوین کا جائزہ لیا جائے گا: عہدِ نبی میں کتابت کی اجازت و ترغیب، ابتدائی ممانعت کی حکمت، صحابہ کے مشہور صحیفے، حفظ و روایت کا نظام، اور اس دور کی تدوین کی خصوصیات و اہمیت۔

عہدِ نبوی میں کتابتِ حدیث: ممانعت کی حکمت اور اجازت

ابتدائے اسلام میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کے سوا اپنی احادیث لکھنے سے وقتی طور پر منع فرمایا تھا، جس کی وجہ اہلِ علم نے یہ بیان کی ہے کہ اس زمانے میں قرآن نازل ہو رہا تھا اور یہ اندیشہ تھا کہ حدیث کے الفاظ قرآن کے ساتھ خلط ملط نہ ہو جائیں، نیز مسلمانوں کی توجہ سب سے پہلے قرآن کے حفظ و ضبط پر مرکوز رکھنا مقصود تھا۔ یہ ممانعت عارضی اور حکمت پر مبنی تھی، مستقل حکم نہیں تھا۔ جب قرآن کا بڑا حصہ محفوظ ہو گیا اور خلط کا خدشہ کم ہوا تو آپ نے کتابت کی اجازت بھی دی اور ترغیب بھی۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کو آپ نے خصوصی اجازت دی اور وہ جو کچھ سنتے لکھ لیتے تھے۔ فتحِ مکہ کے موقع پر ایک یمنی صحابی حضرت ابو شاہ رضی اللہ عنہ کی درخواست پر آپ نے خطبہ لکھ کر دینے کا حکم دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تلوار کی نیام میں ایک صحیفہ موجود تھا جس میں دیت، قیدیوں کی رہائی اور دیگر احکام درج تھے۔ آپ کے خطوط، معاہدے اور صدقات و زکاۃ سے متعلق تحریریں بھی کتابتِ حدیث ہی کی عملی صورت تھیں، جو مختلف قبائل و علاقوں کو بھیجی گئیں۔ ان شواہد سے ثابت ہوتا ہے کہ لکھنا عہدِ نبوی میں معروف تھا اور صحابہ کا بڑا حلقہ اس سے واقف تھا۔

صحابہ کے مشہور صحیفے اور مجموعے

دورِ صحابہ کی تدوین کی سب سے روشن مثال صحابہ کے صحیفے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کا صحیفہ صادقہ سب سے مشہور ہے، جس میں انہوں نے عہدِ نبوی میں براہِ راست سماعت کر کے احادیث درج کیں؛ یہ صحیفہ ان کے خاندان میں نسل در نسل محفوظ رہا اور بعد کے محدثین نے اس سے روایت کی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد حضرت ہمام بن منبہ کا صحیفہ ہمام بن منبہ بھی اسی دور کی تدوین کا شاندار نمونہ ہے؛ اس میں ڈیڑھ سو کے قریب احادیث ہیں اور بعد میں جب اسی مواد کو مسند احمد اور صحیحین میں تلاش کیا گیا تو وہی احادیث معتبر اسانید کے ساتھ موجود پائی گئیں، جو اس دور کی تحریری دستاویزات کی گہرائی کا بڑا ثبوت ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سمیت کئی صحابہ کے تحریری مجموعوں کے حوالے بھی کتب میں ملتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ ان کے پاس احادیث کی بڑی تعداد محفوظ تھی اور ان کے شاگرد ان سے نقل کر کے لکھتے تھے۔ اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھی احادیث کا تحریری و زبانی ذخیرہ تھا اور بڑے بڑے صحابہ مشکل مسائل میں ان سے رجوع کرتے تھے۔ یہ صحیفے آج کی کتب جیسی بڑی جلدیں نہیں تھے، مگر ان کی حیثیت بنیادی دستاویزات کی تھی جن پر بعد کی تدوین کھڑی ہوئی۔

حفظ، مذاکرہ اور روایت کا نظام

دورِ صحابہ میں تدوین کے ساتھ ساتھ حفظ و روایت کا بھی مضبوط نظام موجود تھا۔ اہلِ صفہ کی جماعت مسجدِ نبوی میں مستقل قیام کر کے علم حاصل کرنے میں مصروف رہتی تھی۔ صحابہ مجلسِ نبوی کی حاضری باری باری بھی مقرر کرتے تھے؛ جو حاضر ہوتا وہ غیر حاضر کو آ کر بتا دیتا، تاکہ کوئی حدیث ضائع نہ ہو۔ صحابہ کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ وہ روایت میں الفاظ کی درستگی کا خاص خیال رکھتے، بعض صحابہ روایت قبول کرنے سے پہلے ساتھ گواہ یا قسم کی احتیاط بھی اختیار کرتے، اور ان کا مقصد محض سختی نہیں بلکہ نسبت کی درستگی یقینی بنانا تھا۔ خلفائے راشدین کے دور میں جب فتوحات سے اسلام دور دور تک پھیلا تو صحابہ اساتذہ بن کر مختلف شہروں، کوفہ، بصرہ، شام، مصر اور یمن میں پھیل گئے، اور ہر جگہ حدیث کے حلقے قائم ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کی کثرت پر احتیاط کی ہدایات بھی جاری فرمائیں تاکہ لوگ قرآن سے غافل نہ ہوں اور روایت میں سہل

پسندی نہ آئے۔ صحابہ کے اس پورے نظام، یعنی کتابت، حفظ، مذاکرہ اور سخت احتیاط، نے حدیث کو اس قدر محفوظ بنیاد دی کہ بعد میں آنے والے تابعین اور محدثین کے لیے بڑا سرمایہ تیار ہو گیا۔

جدول 1: دورِ صحابہ کے اہم صحیفے و تحریری ذخائر

صحیفہ / ذخیرہ	مرتب / حامل	خصوصیت
صحیفہ صادقہ	حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما	عہدِ نبوی میں براہِ راست سماعت سے لکھا گیا؛ خاندان میں محفوظ رہا
صحیفہ ہمام بن منبہ	حضرت ہمام بن منبہ (از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ)	بعد کی کتب میں وہی احادیث تصدیق کے ساتھ ملیں
صحیفہ علی رضی اللہ عنہ	حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ	دیت و دیگر احکام پر مشتمل تحریری صحیفہ
خطوط و عہد نامے	مختلف صحابہ و کاتبینِ وحی	قبائل و علاقوں کو بھیجے گئے شرعی احکام کی تحریریں
صحابہ کے انفرادی مجموعے	حضرت انس، ابن عباس، جابر رضی اللہ عنہم و دیگر	حلقہ ہائے درس و روایت کی بنیاد بنے

اس دور کی تدوین کی خصوصیات اور اہمیت

دورِ صحابہ کی تدوین کی چند نمایاں خصوصیات سمجھنا ضروری ہے۔ پہلی یہ کہ اس دور کی تدوین زیادہ تر انفرادی ذوق و ضرورت پر مبنی تھی، سرکاری نظام کے تحت بڑے مجموعے مرتب نہیں ہوئے تھے، کیونکہ صحابہ کی براہِ راست صحبت اور قوتِ حافظہ نے اس کی ضرورت بڑے پیمانے پر محسوس نہیں ہونے دی تھی۔ دوسری خصوصیت احتیاط ہے؛ لکھنے کے باوجود صحابہ زبانی تصدیق اور براہِ راست سماعت کو اصل سمجھتے تھے، اس لیے تحریر سند کی سہولت تھی، اس کا متبادل نہیں۔ تیسری خصوصیت یہ ہے کہ اس دور میں احادیث

ابواب کے بجائے زیادہ تر صحابی کی نسبت سے یا موقع کی مناسبت سے جمع ہوتی تھیں، فقہی ترتیب بعد کے ادوار میں آئی۔ اہمیت کے اعتبار سے یہ دور سارے علمِ حدیث کی بنیاد ہے۔ اگر اس دور میں کتابت و حفظ کا یہ نظام قائم نہ ہوتا تو بعد کی سرکاری تدوین، یعنی حضرت عمر بن عبد العزیز کے حکم پر امام زہری اور دیگر علما کا کام، ممکن نہ ہوتا۔ اسی دور کے صحیفوں نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ حدیث کی حفاظت محض حافظے پر نہیں چھوڑی گئی تھی، بلکہ زمانے کے تمام دستیاب ذرائع، قلم و قرطاس اور حفظ و مذاکرہ، سب یکجا استعمال ہوئے۔ لہٰذا تدوینِ حدیث میں تاخیر کا اعتراض تاریخی حقائق کے سامنے قائم نہیں رہتا۔

اختتام

خلاصہ یہ ہے کہ دورِ صحابہ میں تدوینِ حدیث کا آغاز خود عہدِ نبوی سے ہو چکا تھا؛ ابتدائی وقتی ممانعت قرآن سے اختلاط کے خدشے کی وجہ سے تھی، اس کے بعد اجازت و ترغیب کے واضح شواہد موجود ہیں۔ صحیفہ صادقہ، صحیفہ ہمام بن منبہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا صحیفہ اور آپ کے خطوط و عہد نامے اس دور کی تحریری تدوین کی ٹھوس مثالیں ہیں۔ اس کے ساتھ حفظ، مذاکرہ، روایت میں سخت احتیاط اور صحابہ کی مختلف شہروں میں علمی مرکزیت نے حدیث کے ذخیرے کو محفوظ بنیاد فراہم کی، جس پر دورِ تابعین میں باقاعدہ سرکاری تدوین اور بعد ازاں محدثین کے عظیم مجموعے تعمیر ہوئے۔

سوال نمبر 3 (20 نمبر)

سوال: امام مسلم اور ان کی کتاب صحیح مسلم کا تعارف کرائیں۔

تعارف

صحیحین یعنی صحیح بخاری اور صحیح مسلم کو امت میں اصح الکتب بعد کتاب اللہ کی حیثیت سے غیر معمولی قبولیت حاصل ہے۔ ان میں دوسرا درجہ رکھنے والی کتاب صحیح مسلم کے مؤلف امام مسلم بن الحجاج رحمہ اللہ تیسری صدی ہجری کے ان عظیم محدثین میں سے ہیں جنہوں نے حدیث کی حفاظت، ترتیب اور تنقید میں بے مثال خدمات انجام دیں۔ اس

جواب میں پہلے امام مسلم کی زندگی، اساتذہ، شاگردوں اور علمی سفر کا تعارف کرایا جائے گا، پھر ان کی کتاب صحیح مسلم کی تالیف کا پس منظر، اس کا منہج و شرائط، ابواب و ترتیب کی خصوصیات، تعدادِ احادیث اور کتبِ حدیث میں اس کا مقام بیان کیا جائے گا۔ یہ تعارف اس لیے بھی اہم ہے کہ یونٹ کے دوسرے مباحث، مثلاً صحیح حدیث کی شرائط اور کتاب العلم کی بحث، اسی پس منظر سے جڑے ہوئے ہیں۔

امام مسلم: نام، ولادت اور علمی نشوونما

امام مسلم کا پورا نام مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری النیسابوری ہے اور کنیت ابو الحسین ہے۔ آپ 204 ہجری میں خراسان کے مشہور علمی شہر نیشاپور میں پیدا ہوئے اور وہیں نشوونما پائی۔ نیشاپور اس زمانے میں حدیث و علم کا بڑا مرکز تھا، اس لیے کم عمری ہی سے آپ کو علمی ماحول میسر آیا۔ کم سنی میں ہی قرآن مجید حفظ کیا اور چودہ برس کے لگ بھگ عمر میں حدیث کی سماعت کا آغاز کیا۔ علم کی تلاش میں آپ نے خراسان کے علاوہ عراق، حجاز، شام اور مصر کے طویل اسفار کیے اور ہر خطے کے بڑے محدثین سے حدیث حاصل کی۔ روایات کے مطابق آپ نے تین لاکھ احادیث سنیں اور ان میں سے انتخاب کر کے اپنی صحیح مرتب کی، جس سے آپ کی وسعتِ روایت اور تنقیدی ذوق کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ خوش اخلاق، عبادت گزار اور حدیث کی خدمت میں یکسو بزرگ تھے۔ 261 ہجری میں نیشاپور ہی میں آپ کا انتقال ہوا اور وہیں تدفین ہوئی۔ آپ کی علمی زندگی کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے اپنی پوری عمر حدیث کی تلاش، جانچ اور تدوین کے لیے وقف کر دی، اور یہی یکسوئی صحیح مسلم جیسی کتاب کا سبب بنی۔

اساتذہ، شاگرد اور دیگر تصانیف

امام مسلم کے اساتذہ میں اس دور کے بڑے نام شامل ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ سے آپ کا خاص تعلق رہا؛ آپ ان کی مجلس میں شریک ہوتے اور ان سے گہرا علمی استفادہ کیا، بلکہ ان کے لیے آپ کی عقیدت و ادب کے واقعات کتب میں مشہور ہیں۔ اس کے علاوہ امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، یحییٰ بن معین اور قتیبہ بن سعید جیسے ائمہ آپ کے شیوخ میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کے شاگردوں میں بھی بڑے محدثین شامل ہیں، مثلاً امام ترمذی اور دیگر کئی حفاظ نے آپ سے روایت کی۔ صحیح مسلم کے علاوہ آپ کی کئی تصانیف کے نام کتب کے تراجم میں ملتے ہیں، جن میں کتاب الکنی والاسماء، کتاب الطبقات اور رجال پر لکھی گئی کتابیں مشہور ہیں۔ یہ تصانیف بتاتی ہیں کہ آپ کا کام صرف ایک

مجموعۂ حدیث تک محدود نہیں تھا بلکہ اسماءالرجال، طبقات اور علل جیسے علوم میں بھی آپ کو مہارت حاصل تھی۔ افسوس کہ آپ کی بیشتر تصانیف زمانے کی دستبرد سے محفوظ نہ رہ سکیں، مگر صحیح مسلم نے آپ کے نام کو ہمیشہ کے لیے زندہ کر دیا۔ یہاں یہ نکتہ قابلِ ذکر ہے کہ مؤلفین و محدثین کے سال ہائے ولادت و وفات اور تعدادِ روایات میں کتبِ تراجم میں معمولی اختلاف پایا جاتا ہے، اس لیے اس گائیڈ میں مشہور و رائج اعداد ہی دیے گئے ہیں؛ حتمی تصدیق کے لیے نصابی کتاب اور کتبِ تراجم سے رجوع کیا جائے۔

صحیح مسلم کی تالیف، مقدمہ اور منہج

صحیح مسلم کی سب سے امتیازی بات اس کا مفصل مقدمہ ہے، جس میں امام مسلم نے اپنے منہج کے اصول خود بیان کر دیے ہیں۔ اس مقدمے کو اصولِ حدیث کی ابتدائی اور بنیادی تحریروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ امام مسلم نے روایات کو تین درجوں میں تقسیم کیا: پہلا درجہ ان حفاظ و ثقات کی روایات کا جن کی عدالت و ضبط مسلم ہو، دوسرا درجہ متوسط درجے کے راویوں کا اور تیسرا درجہ ضعیف و متہم راویوں کا، جنہیں آپ نے اپنی کتاب میں جگہ نہیں دی۔ آپ کا اعلان تھا کہ آپ نے اس کتاب میں صرف وہی احادیث جمع کی ہیں جن کی صحت پر اہلِ علم کا اتفاق ہے۔ تالیف میں آپ نے تقریباً پندرہ برس صرف کیے اور ہر حدیث کو منتخب کرنے میں سخت احتیاط برتی۔ منہج کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ آپ ایک ہی حدیث کی تمام اسانید اور اس کے مختلف الفاظ کو ایک ہی جگہ جمع کر دیتے ہیں، جس سے حدیث کے طرق کا موازنہ اور متن کی باریکیاں سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔ نیز آپ راویوں کے ناموں اور اوصاف کو درستگی سے نقل کرنے میں مشہور ہیں۔ سند میں امام مسلم کی شرط کے بارے میں اہلِ علم نے بحث کی ہے کہ آپ کے ہاں معاصر راویوں کے درمیان لقا کا امکان کافی سمجھا جاتا ہے، بشرطیکہ معنعن راوی مدلس نہ ہو؛ اس فنی بحث کی تفصیل اصطلاحاتِ حدیث کی کتب میں دیکھی جا سکتی ہے۔

کتاب کی ترتیب، احادیث کی تعداد اور خصوصیات

صحیح مسلم فقہی ابواب کی ترتیب پر مرتب ہے۔ کتاب الایمان سے آغاز ہوتا ہے اور طہارت، نماز، زکاۃ، حج، نکاح، بیوع اور دیگر ابواب سے ہوتی ہوئی کتاب التفسیر پر اختتام ہوتا ہے؛ کل کتب و ابواب کی تعداد مختلف شماروں میں پچاس سے اوپر بیان کی جاتی ہے۔ احادیث کی تعداد تکرار کے بغیر تقریباً تین ہزار بیان کی جاتی ہے، اور تکرار سمیت یہ تعداد کہیں زیادہ ہو جاتی ہے؛ شمار میں اختلاف کی وجہ تکرار اور متابعات و شواہد کی گنتی کے مختلف اصول ہیں، اس لیے امتحانی جواب میں تقریبی عدد کے ساتھ اس وضاحت کو ذکر کرنا

علمی دیانت ہے۔ کتاب کی خصوصیات میں سر فہرست حسنِ ترتیب ہے؛ بعض اہلِ علم نے ترتیب و تبویب میں صحیح مسلم کو فائق قرار دیا ہے کیونکہ موضوعاتی مناسبت سے احادیث کو اس طرح سمایا گیا ہے کہ طالب علم کو ایک مسئلے کی تمام روایات یکجا مل جاتی ہیں۔ دوسری خصوصیت اسناد کا اجتماع اور الفاظ کے اختلاف کی نشان دہی ہے۔ تیسری خصوصیت راویوں کے بارے میں لطیف اشارے ہیں، مثلاً کہیں الفاظ کی تبدیلی اور کہیں راوی کی صفت بیان کر کے محقق کی رہنمائی کی گئی ہے۔ امام بخاری کی کتاب میں تراجم الابواب سے فقہی استنباط کا رنگ نمایاں ہے، جبکہ امام مسلم کی کتاب احسن روایات کے جمعیت و ترتیب میں ہے؛ دونوں کی اپنی جگہ عظمت مسلم ہے۔

جدول 1: صحیح مسلم ایک نظر میں

پہلو	تفصیل
مؤلف	امام مسلم بن الحجاج القشیری النیسابوری (204ھ – 261ھ)
تالیف کا دورانیہ	تقریباً پندرہ برس؛ تین لاکھ سنی گئی احادیث میں سے انتخاب (رائج روایت)
ترتیب	فقہی ابواب؛ کتاب الایمان سے کتاب التفسیر تک
احادیث کی تعداد	تکرار کے بغیر تقریباً تین ہزار (شمار میں اہلِ علم کا معمولی اختلاف)
خاص امتیاز	مفصل مقدمہ، تمام طرق کا ایک جگہ اجتماع، حسنِ ترتیب
مقام	صحیح بخاری کے بعد صحیح ترین کتاب، صحیحین میں شامل

کتبِ حدیث میں صحیح مسلم کا مقام اور اس پر علمی کام

اہلِ سنت کے نزدیک صحیح مسلم کا مقام صحیح بخاری کے بعد سب سے بلند ہے اور انہی دو کتابوں کو صحیحین کہا جاتا ہے۔ اس اجمالی درجہ بندی پر امت کا عمومی اتفاق ہے، اگرچہ بعض مغربی و مشرقی علما نے جزوی پہلوؤں، یعنی ترتیب و جامعیت میں صحیح مسلم کی ترجیح کی آراء بھی دی ہیں، مگر مجموعی طور پر صحیح بخاری کی تقدیم ہی مسلم ہے۔ صحیح مسلم پر بڑا

علمی کام بھی ہوا ہے؛ اس کی مشہور شروح میں امام نووی رحمہ اللہ کی شرح صحیح مسلم سب سے زیادہ مستعمل ہے، جس سے فقہا و طلبہ صدیوں سے استفادہ کر رہے ہیں۔ اس کے مختصرات، مستخرجات اور فہارس بھی لکھی گئیں۔ دارالسلام اور دیگر اداروں کے جدید ایڈیشنوں میں احادیث کی نمبر بندی سے اب مطالعہ و حوالہ اور آسان ہو گیا ہے، البتہ ایڈیشن بدلنے سے نمبروں میں فرق آ سکتا ہے، اس لیے حوالہ دیتے وقت ایڈیشن کا ذکر کرنا بہتر علمی عادت ہے۔ اس تعارف کا حاصل یہ ہے کہ صحیح مسلم صرف احادیث کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک محدث کے منہج، تنقید اور ترتیب کا مکمل مونہ ہے۔ اس کا مطالعہ طالب علم کو صحیح حدیث کی پہچان کا ذوق دیتا ہے۔

اختتام

خلاصہ یہ ہے کہ امام مسلم بن الحجاج النیسابوری (204ھ – 261ھ) تیسری صدی ہجری کے عظیم محدث تھے، جنہوں نے وسیع اسفار، بڑے ائمہ سے استفادہ اور سخت تنقیدی احتیاط کے بعد صحیح مسلم مرتب کی۔ کتاب کا مقدمہ اس کے منہج کی دستاویز ہے، اس کی ترتیب فقہی ابواب پر ہے، احادیث کی تمام اسانید ایک جگہ جمع کرنا اور حسنِ تبویب اس کا امتیاز ہے، اور امت میں اسے صحیح بخاری کے بعد صحیح ترین کتاب کا درجہ حاصل ہے۔ امام نووی کی شرح سمیت اس پر ہونے والا صدیوں کا علمی کام اس کی اہمیت کا ثبوت ہے۔ طالب علم کے لیے لازم ہے کہ وہ صحیح مسلم کا مطالعہ محض کتاب کا نام جاننے تک محدود نہ رکھے بلکہ اس کے مقدمے اور منہج کو بھی سمجھے، کیونکہ یہی فہم آگے صحیح حدیث کی شرائط کو سمجھنے کی بنیاد ہے۔

سوال نمبر 4 (20 نمبر)

سوال: علمِ روایت پر لکھی جانے والی کتب کا تعارف کرائیں۔

تعارف

علمِ روایت سے مراد وہ علم ہے جس میں حدیث کے نقل ہونے کے طریقے، راویوں کی پہچان، سند کی جانچ اور روایت کے اصول و آداب کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اس علم پر لکھی جانے والی کتب سے مراد صرف احادیث کے مجموعے نہیں ہیں بلکہ وہ ساری کتابیں ہیں جو روایت کی سمجھ، حفاظت اور پرکھ کے لیے لکھی گئیں: اصولِ حدیث کی کتابیں، اسماء الرجال و جرح و تعدیل کی کتابیں، طبقات و تراجم کی کتابیں، علل و شروح کی کتابیں، اور متونِ حدیث کی وہ بڑی اقسام جو روایت کی بنیاد پر مرتب ہوئیں، مثلاً جوامع، سنن، مسانید، معاجم اور مصنفات۔ اس جواب میں ان کتب کا تعارف ان کی اقسام کے اعتبار سے پیش کیا جائے گا تاکہ طالب علم کو پورے علمی نقشے کا اندازہ ہو، کیونکہ یہ سوال یونٹ کے بنیادی تصورات کو یکجا دیکھنے کا سوال ہے۔

متونِ حدیث کی بنیادی اقسام: جوامع، سنن اور مسانید

روایت کی کتب کی پہلی بڑی قسم متونِ حدیث کے مجموعے ہیں۔ جامع وہ کتاب ہے جس میں دین کے تمام بڑے ابواب یعنی عقائد، احکام، تفسیر، سیرت، آداب، فتن اور مناقب کی احادیث شامل ہوں؛ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور جامع ترمذی اس کی مشہور مثالیں ہیں۔ سنن وہ کتابیں ہیں جن میں فقہی ابواب کی ترتیب پر احکام کی احادیث جمع کی جائیں؛ سنن ابو داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ اور سنن ترمذی صحاحِ ستہ کا حصہ ہیں اور فقہاء کے ہاں ان کی خاص اہمیت ہے۔ مسند وہ کتاب ہے جس میں احادیث صحابہ کی نسبت سے مرتب کی جائیں، یعنی ہر صحابی کی مرویات اس کے نام کے تحت یکجا ہوں؛ امام احمد بن حنبل کی مسند احمد اس قسم کی سب سے بڑی اور مشہور کتاب ہے، جس سے اگلی مشق کا ایک سوال بھی متعلق ہے۔ مصنف وہ مجموعہ ہے جس میں مرفوع احادیث کے ساتھ صحابہ و تابعین کے آثار بھی شامل ہوں؛ مصنف عبد الرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ اس کی نمایاں مثالیں ہیں۔ مستدرک وہ کتاب ہے جس میں کسی محدث کی شرائط پر وہ احادیث جمع کی جائیں جو اس کی کتاب میں نہ آ سکی ہوں، جیسے امام حاکم کا مستدرک، اور مستخرج وہ کتاب ہے جس میں کسی دوسری کتاب کی احادیث کو نئی اسانید سے روایت کیا جائے۔ معجم وہ کتاب ہے جس میں احادیث شیوخ، صحابہ یا شہروں کی ترتیب سے جمع کی جائیں؛ امام طبرانی کی معاجمِ ثلاثہ اس صنف کی شاہکار ہیں۔

اصولِ حدیث اور مصطلحات کی کتب

روایت کے اصولوں پر لکھی جانے والی کتابوں کی الگ اور اہم صنف ہے۔ اس سلسلے کی ابتدائی نمائندہ کتابوں میں امام رامہرمزی کی المحدث الفاصل، امام حاکم نیشاپوری کی معرفۃ علوم الحدیث اور خطیب بغدادی کی الکفایہ فی علم الروایہ اور الجامع لاخلاق الراوی و آداب السامع شامل ہیں۔ امام حاکم کی کتاب میں علومِ حدیث کی در جنوں اقسام بیان ہوئیں، اور خطیب بغدادی نے روایت و سماع کے آداب و اصول کو غیر معمولی تفصیل سے جمع کیا۔ بعد میں قاضی عیاض کی الالماع اور ابن الصلاح کی مقدمہ ابن الصلاح، جسے علوم الحدیث بھی کہتے ہیں، اس فن کی بنیادی کتاب بن گئی؛ اس میں حدیث کی اقسام و شرائط کو منظم صورت دی گئی۔ پھر اس مقدمے پر اختصار و شرح کا عظیم سلسلہ چلا: امام نووی کی التقریب، حافظ ابن حجر کی نخبۃ الفکر اور اس کی شرح نزہۃ النظر، اور حافظ عراقی کی الفیہ اس فن کے اہم سنگِ میل ہیں۔ نخبۃ الفکر اپنے اختصار و جامعیت کی وجہ سے مدارس میں سب سے زیادہ پڑھائی جانے والی کتابوں میں سے ہے۔ یہ کتابیں طالب علم کو صحیح، حسن، ضعیف، متواتر، مشہور، مرفوع، موقوف اور مقطوع جیسی اصطلاحات کا مفہوم اور ان کے اصول سکھاتی ہیں، جن کے بغیر حدیث کا مطالعہ ادھورا رہتا ہے۔

اسماء الرجال، جرح و تعدیل اور طبقات کی کتب

روایت کی جانچ کا سب سے بڑا ذریعہ راویوں کی پہچان ہے، اور اس میدان میں بے شمار کتابیں لکھی گئیں۔ بعض کتابیں ثقہ راویوں کے تعارف کے لیے ہیں، بعض ضعیف و مجروح راویوں کے لیے اور بعض دونوں کو یکجا کرتی ہیں۔ امام بخاری کی التاریخ الکبیر رجال پر سب سے بڑی بنیادی کتابوں میں سے ہے۔ ابن ابی حاتم کی الجرح والتعدیل میں راویوں پر ائمہ کی آراء جمع ہیں۔ امام ذہبی کی میزان الاعتدال ضعیف راویوں پر مشہور کتاب ہے، جبکہ ان کی تذکرۃ الحفاظ حفاظِ حدیث کے طبقات پر ہے۔ حافظ ابن حجر کی تہذیب التہذیب اور اس کا اختصار تقریب التہذیب صحاحِ ستہ کے راویوں کے لیے سب سے مستعمل ماخذ ہے؛ تقریب میں ہر راوی کا درجہ ایک مختصر فیصلے کی صورت میں دیا گیا ہے جو محققین کے لیے بہت سہولت کا باعث ہے۔ طبقات کی کتابوں میں ابن سعد کی الطبقات الکبریٰ صحابہ و تابعین کے حالات کا بنیادی ماخذ ہے۔ وفیات و تراجم کی کتابوں میں خطیب

بغدادی کی تاریخ بغداد اور ابن عساکر کی تاریخ دمشق شہروں کی نسبت سے محدثین کے حالات کا خزانہ ہیں۔ ان کتابوں کی موجودگی نے یہ ممکن بنایا کہ آج کا محقق کسی بھی سند کے ہر راوی کو پرکھ سکے؛ یہی وہ نظام ہے جس نے روایت کو اندھے اعتماد سے نکال کر سائنسی جانچ پر قائم کیا۔

علل، غریب الحدیث اور تخریج کی کتب

روایت پر لکھی جانے والی کتابوں کی مزید اہم اقسام بھی ہیں۔ عللِ حدیث کی کتابیں ان خفیہ خرابیوں کو بیان کرتی ہیں جو بظاہر صحیح سند میں چھپی ہوتی ہیں؛ امام ترمذی کی کتاب العلل، ابن ابی حاتم کی علل الحدیث اور دار قطنی کی العلل اس فن کی مشہور کتابیں ہیں، اور یہ فن محدثین کے یہاں سب سے مشکل و لطیف سمجھا جاتا ہے۔ غریب الحدیث کی کتابیں مشکل الفاظ کی لغوی تشریح کے لیے لکھی گئیں؛ ابو عبید قاسم بن سلام کی غریب الحدیث اور ابن اثیر کی النہایہ فی غریب الحدیث اس کی بہترین مثالیں ہیں۔ تخریج کی کتابیں کسی خاص کتاب کی احادیث کے ماخذ و درجات کی نشان دہی کرتی ہیں؛ مثلاً حافظ عراقی کی تخریج احادیث الاحیاء اور حافظ ابن حجر و دیگر علما کی تخریجات اس سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ اسی طرح اطراف کی کتابیں احادیث کے ابتدائی الفاظ دے کر ان کے مقامات بتاتی ہیں، جیسے حافظ مزی کی تحفۃ الاشراف صحاحِ ستہ کے اطراف پر عظیم کتاب ہے۔ موضوعات پر ابن جوزی کی کتاب الموضوعات اور شروحِ حدیث میں فتح الباری، شرح نووی اور عمدۃ القاری بھی روایت کی خدمت ہی کی صورتیں ہیں، اگرچہ ان کا بنیادی موضوع متن کی تشریح ہے۔

جدول 1: علمِ روایت کی کتب کی اہم اقسام

قسم	مضمون	مشہور مثال
جوامع	تمام ابوابِ دین کی احادیث	صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی
سنن	فقہی ابواب پر احکام کی احادیث	سنن ابو داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ
مسانید	صحابہ کی نسبت سے ترتیب	مسند احمد بن حنبل

مقدمہ ابن الصلاح، نخبۃ الفکر	اصطلاحات، اقسام و شرائط کے اصول	اصولِ حدیث
تہذیب التہذیب، میزان الاعتدال	راویوں کے حالات و درجات	رجال و جرح و تعدیل
علل دار قطنی، النہایہ لابن اثیر	خفیہ عیب اور مشکل الفاظ کی تشریح	علل و غریب

ان کتب کی مجموعی اہمیت

ان تمام کتابوں نے مل کر علمِ روایت کا ایک ایسا مربوط نظام بنایا ہے جس میں متن، سند، راوی، اصطلاح اور تشریح، ہر پہلو کے لیے الگ کتابیں موجود ہیں۔ اس نظام کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں کوئی دعویٰ بے ماخذ نہیں رہتا؛ جو حدیث نقل ہو اس کے راوی پرکھے جا سکتے ہیں، جو اصطلاح استعمال ہو اس کی تعریف کتبِ اصول میں محفوظ ہے، اور جو مشکل لفظ آئے اس کی تشریح غریب الحدیث میں ملتی ہے۔ دنیا کی دوسری مذہبی روایات میں اپنی کتابوں کی حفاظت کے لیے اس درجے کا ثانوی علمی ذخیرہ کم ہی ملتا ہے۔ طالب علم کے لیے ان کتابوں کا تعارف از بس ضروری ہے، کیونکہ آئندہ یونٹس میں تحملِ حدیث، شرائطِ صحیح اور مخصوص کتب، مثلاً صحیح بخاری، مسند احمد اور ریاض الصالحین کا مطالعہ اسی نقشے کے اندر اپنے اپنے مقام پر سمجھ آئے گا۔ ابتدائی طالب علم کے لیے عملی ترتیب یہ ہے کہ پہلے نخبۃ الفکر جیسی مختصر اصول کی کتاب، پھر صحاحِ ستہ کا متن، اور ساتھ ساتھ تقریب التہذیب جیسی رجال کی کتاب سے رجوع کی عادت ڈالی جائے؛ یہی ترتیب علمِ روایت میں پختگی پیدا کرتی ہے۔

اختتام

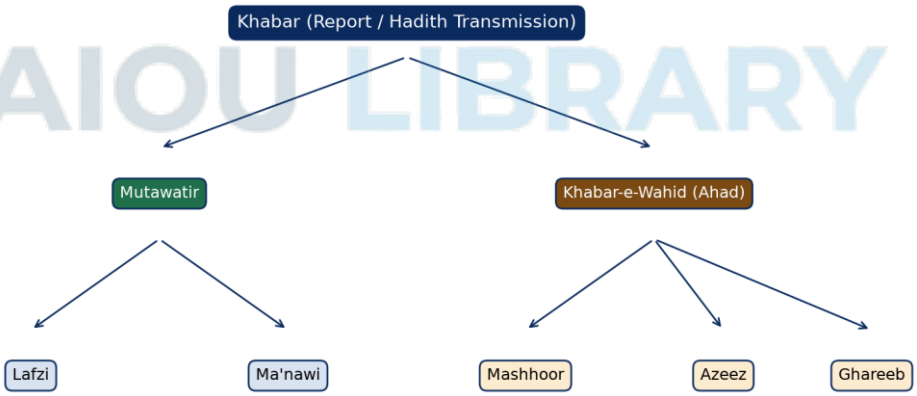
خلاصہ یہ ہے کہ علمِ روایت پر لکھی جانے والی کتب ایک وسیع علمی خاندان ہے: متون کے لیے جوامع، سنن، مسانید، مصنفات، مستدرکات و معاجم؛ اصول و اصطلاحات کے لیے المحدث الفاصل، معرفۃ علوم الحدیث، مقدمہ ابن الصلاح اور نخبۃ الفکر؛ رجال و جرح و تعدیل کے لیے التاریخ الکبیر، میزان الاعتدال اور تہذیب و تقریب التہذیب؛ اور علل، غریب و تخریج کے لیے علل دار قطنی اور النہایہ جیسی کتابیں اس کی نمائندہ مثالیں ہیں۔ ان کتابوں نے حدیث کی روایت کو منظم، قابلِ جانچ اور محفوظ علم کی صورت دی ہے، اور ان کا تعارف ہر طالبِ حدیث کے لیے بنیادی ضرورت ہے۔

سوال نمبر 5 (20 نمبر)

سوال: خبرِ متواتر پر تفصیلی نوٹ تحریر کریں۔

تعارف

اخبار و روایات کی درجہ بندی میں سب سے اونچی قسم خبرِ متواتر ہے۔ خبر سے مراد ایسا اطلاع ہے جو کسی واقعے یا قول کے بارے میں دی جائے، اور تواتر کے معنی ہیں تسلسل اور پے در پے آنا۔ جب کوئی خبر اتنی بڑی تعداد میں راویوں کے ذریعے ہر دور اور ہر طبقے میں نقل ہو کہ ان سب کا جھوٹ یا غلطی پر متفق ہو جانا عادتاً محال ہو جائے تو اسے خبرِ متواتر کہتے ہیں۔ ایسی خبر سے قطعی اور یقینی علم حاصل ہوتا ہے، جیسے ہمیں یہ علم ہے کہ مکہ و مدینہ موجود ہیں، گذشتہ زمانوں میں بڑے بڑے بادشاہ گزرے ہیں، یا قرآن مجید یہی کتاب ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ اس نوٹ میں خبرِ متواتر کی تعریف، اس کی شرائط، اس کی اقسام، اس کا شرعی و علمی حکم، اس کی مثالیں اور خبرِ واحد سے اس کا فرق تفصیل سے بیان کیا جائے گا۔ ذیل کا خاکہ اس تقسیم کو ایک نظر میں واضح کرتا ہے۔



خاکہ 1: خبر کی بنیادی تقسیم — متواتر اور خبرِ واحد (خاکے کے نام تکنیکی ضرورت کے تحت انگریزی رسم الخط میں ہیں)

تعریف اور شرائط

اصولِ حدیث و اصولِ فقہ کی کتابوں میں خبرِ متواتر کی تعریف یوں بیان کی جاتی ہے کہ وہ خبر جسے ہر طبقے میں اتنے زیادہ راوی نقل کریں کہ ان کا کذب پر اتفاق عقلاً و عادتاً محال ہو اور خبر کا مبتدا حسی مشاہدے پر ہو، یعنی راویوں نے واقعہ دیکھا یا سنا ہو، محض قیاس سے بات نہ کہی ہو۔ اس تعریف سے متواتر کی چار شرائط نکلتی ہیں۔ پہلی شرط راویوں کی کثرت ہے؛ تعداد کی کوئی مقررہ حد متعین نہیں، اصل معیار یہ ہے کہ کثرت اس حد کو پہنچے کہ اجتماعی جھوٹ یا اجتماعی غلطی کا امکان ختم ہو جائے، اور یہ کیفیت ہر طبقے میں برقرار رہے، آغاز میں بھی، درمیان میں بھی اور آخر میں بھی۔ دوسری شرط یہی ہے کہ یہ کثرت تمام طبقات میں پائی جائے؛ اگر کسی ایک طبقے میں راوی کم ہو جائیں تو خبر متواتر نہیں رہتی۔ تیسری شرط یہ ہے کہ راویوں کا جھوٹ پر اتفاق محال ہو؛ اسی لیے شرط یہ بھی لگائی جاتی ہے کہ راوی مختلف علاقوں، زمانوں اور طبقات سے ہوں تاکہ سازش کا امکان نہ رہے۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ خبر کی بنیاد حس پر ہو؛ اگر خبر محض عقلی نتیجہ یا اجتہاد ہو تو وہ تواتر کے دائرے میں نہیں آتی۔ ان شرائط کے پورا ہونے پر خبر اس درجے پر پہنچتی ہے کہ اس کا سننا گویا خود مشاہدہ کرنے کے برابر ہو جاتا ہے۔

اقسام: متواتر لفظی اور متواتر معنوی

خبرِ متواتر کی دو بڑی قسمیں ہیں۔ پہلی قسم متواتر لفظی ہے، جس میں ایک ہی حدیث اپنے الفاظ سمیت اتنی اسانید سے منقول ہو کہ تواتر کی شرط پوری ہو جائے۔ اس کی مشہور مثال وہ حدیث ہے جس میں فرمایا گیا کہ جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے؛ یہ حدیث ساٹھ سے زیادہ صحابہ سے مروی بتائی جاتی ہے اور اسے متواتر لفظی کی کلاسک مثال کے طور پر کتبِ اصول میں پیش کیا جاتا ہے۔ اسی طرح حوضِ کوثر اور بعض دیگر مشہور احادیث کو بھی اس قسم میں شمار کیا گیا ہے۔ دوسری قسم متواتر معنوی ہے، جس میں الفاظ مختلف ہوتے ہیں مگر ان سب روایات کا مشترکہ مفہوم اس کثرت سے نقل ہوتا ہے کہ وہ مفہوم قطعی ہو جاتا ہے؛ مثلاً دعا میں ہاتھ اٹھانے کی روایات، یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات و کراماتِ اخلاق کا مجموعی مفہوم، اور بہت سی عبادات کی عملی صورتیں اسی قبیل سے ہیں۔ متواتر معنوی کی پہچان اس طرح ہوتی ہے کہ

محقق مختلف واقعات کی روایات جمع کرتا ہے اور دیکھتا ہے کہ ان سب میں قدرِ مشترک کیا ہے؛ وہی قدرِ مشترک تواتر کا درجہ پاتی ہے، نہ کہ ہر روایت کی جزئیات۔ دونوں قسموں کا حکم ایک جیسا ہے کہ ان سے یقینی علم حاصل ہوتا ہے، فرق صرف لفظ اور مفہوم کے نقل ہونے کے انداز کا ہے۔

خبرِ متواتر کا حکم اور اس کا ثمرہ

خبرِ متواتر کا حکم یہ ہے کہ وہ علمِ یقینی اور قطعی پیدا کرتی ہے، یعنی اس کی صداقت میں شک کی گنجائش نہیں رہتی، خواہ سننے والا خود اس کی اسانید کی تحقیق کرے یا نہ کرے؛ اسی لیے اس قسم کی خبر کو قبول کرنا ضروری ہے اور اس کا انکار اس درجے کا ہے جیسے متواتر ہے انکار ہو۔ قرآن مجید کا ثبوت خود تواتر ہی پر قائم ہے؛ قرآن ہمیں اسی لیے قطعی ہے کہ وہ امت کے تواتر سے نسل در نسل منتقل ہوا۔ اسی طرح نماز کی رکعات، اذان کی صورت اور حج کے مناسک کا عملی تواتر امت میں جاری ہے۔ اصولِ فقہ میں بھی متواتر کو سب سے قوی دلیل مانا گیا ہے اور عقائد کے بنیادی مسائل کی بنیاد بھی اسی پر رکھی جاتی ہے، کیونکہ عقیدے کا تقاضا بین ہے اور یقین تواتر ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ یہاں ایک باریک نکتہ سمجھنا چاہیے کہ متواتر کا انکار کرنے والے کے بارے میں کوئی دینی حکم لگانا اہلِ علم و اہلِ اختیار کا معاملہ ہے؛ اس گائیڈ میں بحث صرف علمی اور اکیڈمک سطح پر ہے کہ متواتر کا درجہ کیا ہے اور اس سے علم کیسے حاصل ہوتا ہے۔ عملی ثمرہ یہ ہے کہ طالب علم جب کسی مسئلے میں متواتر یا اجماعی بنیاد دیکھے تو اسے علمی بحث کے اس درجے میں رکھے جو اس کا حق ہے، اور ظنی دلائل والی جزئیات کو اسی کے مطابق سمجھے؛ اسی سے اس کی علمی ترتیب درست ہوتی ہے۔

خبرِ متواتر اور خبرِ واحد کا فرق

متواتر کے مقابلے میں دوسری بڑی قسم خبرِ واحد ہے، جسے آحاد بھی کہتے ہیں۔ اس سے مراد وہ خبر ہے جس میں تواتر کی شرائط پوری نہ ہوں، خواہ اس کے راوی ایک ہوں یا چند۔ خبرِ واحد کی آگے تین مشہور قسمیں ہیں: مشہور، جسے کچھ طبقات میں تین یا زیادہ راوی نقل کریں مگر تواتر کی حد نہ پہنچے؛ عزیز، جس کے ہر طبقے میں کم از کم دو راوی ہوں؛ اور غریب، جس کے کسی طبقے میں راوی ایک رہ جائے۔ خبرِ واحد سے ظنی علم حاصل ہوتا ہے اور اگر اس کے راوی ثقہ و ضابط ہوں اور دیگر شرائط پوری ہوں تو فقہ و عمل میں وہ حجت ہوتی ہے، جس کی تفصیل صحیح حدیث کی شرائط کے سوال میں آئے گی۔ فرق کا خلاصہ یہ ہے کہ متواتر کو سند کی تحقیق کی حاجت نہیں ہوتی کیونکہ اس کی کثرت ہی اس کی دلیل

ہے، جبکہ خبرِ واحد کو قبول کرنے سے پہلے اس کی سند و متن کی مکمل جانچ کی جاتی ہے۔ اسی طرح متواتر سے قطعی علم اور آحاد سے ظنِ غالب حاصل ہوتا ہے؛ عقائد کی بنیاد اول الذکر پر اور احکام کی بڑی تفصیلات ثانی الذکر پر قائم ہیں۔ دونوں کا اپنا مقام ہے اور اصولیین و محدثین نے دونوں کے احکام الگ الگ مفصل بیان کیے ہیں۔

جدول 1: خبرِ متواتر اور خبرِ واحد کا تقابل

پہلو	خبرِ متواتر	خبرِ واحد (آحاد)
راویوں کی تعداد	ہر طبقے میں اتنے کثیر کہ جھوٹ پر اتفاق محال	تواتر کی حد سے کم؛ ایک یا چند راوی
حاصل ہونے والا علم	علمِ یقینی و قطعی	ظن؛ شرائط پوری ہوں تو عمل میں حجت
سند کی تحقیق	کثرت کی وجہ سے درکار نہیں	عدالت، ضبط، اتصال وغیرہ کی مکمل جانچ لازم
اقسام	متواترِ لفظی، متواترِ معنوی	مشہور، عزیز، غریب
مثال	قرآن کا تواتر؛ جان بوجھ کر جھوٹ باندھنے کی وعید والی حدیث	صحاح و سنن کی اکثر انفرادی اسانید والی احادیث

اختتام

خلاصہ یہ ہے کہ خبرِ متواتر وہ خبر ہے جسے ہر طبقے میں اتنے راوی نقل کریں کہ ان کے جھوٹ یا غلطی پر اتفاق محال ہو اور خبر کی بنیاد حسی مشاہدے پر ہو۔ اس کی شرائط راویوں کی مسلسل کثرت، اتفاقِ کذب کی ناممکن صورت اور حس پر بنیاد ہیں؛ اس کی دو قسمیں لفظی اور معنوی ہیں؛ اس سے قطعی و یقینی علم حاصل ہوتا ہے اور قرآن کا ثبوت و امت کے عملی تواتر کی بنیاد بھی اسی پر ہے۔ خبرِ واحد اس سے کم درجے کی خبر ہے جو شرائط پوری ہونے پر عمل میں حجت ہوتی ہے۔ ان دونوں درجوں کی سمجھ طالب علم کو حدیث کے پورے نظام میں ہر روایت کو اس کے صحیح مقام پر رکھنا سکھاتی ہے، جو علومِ حدیث کی بنیادی تربیت ہے۔